انسداد توہین رسالت قانون سے متعلق سوالوں کا تفصیلی جائزہ

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ: وفاق المدارس العربیہ پاکستان

گزشتہ دنوں انسداد توہین رسالت سے متعلقہ قوانین اور اسلامی احکامات مختلف مقامات، مختلف حوالوں اور پہلوؤں سے زیر بحث رہے۔ اس موضوع پر بہت کچھ کہا، سنا اور لکھا گیا لیکن وفاقی وزارت قانون کی طرف سے ''پاکستان میں توہین رسالت کے قوانین سے متعلق اٹھنے والے سوالوں کا تفصیلی جائزہ'' کے عنوان سے جو تفصیلی ریفرنس وزیر اعظم پاکستان کی خدمت میں بھیجا گیا، وہ ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے اور پھر وزیر اعظم کی طرف سے اس کی منظوری اور وزیر اعظم سیکریٹریٹ کی طرف سے تمام متعلقہ وزارتوں کو انہی تجاویز کی روشنی میں اقدامات اٹھانے کی ہدایت سے ان تجاویز کی اہمیت دوچند ہوگئی۔ یہ تجاویز کسی عالم، کسی دینی تحریک، کسی مذہبی ادارے کی طرف سے پیش نہیں کی جارہیں اور نہ ہی انسداد توہین رسالت کے قوانین پر اب آمر کی طرف سے بنائے گئے قوانین کی پھبتی کسی جاسکتی ہے۔ تحفظ ناموس رسالت کے حوالے سے حالیہ جدوجہد کی تفصیلات پر مبنی ہمارے گزشتہ کالم میں ان تجاویز کا حوالہ آیا تھا اور ہم نے قارئین سے وعدہ کیا تھا کہ اگلی نشست میں ان تجاویز پر بات ہوگی، مگر یہ تجاویز بذات خود انتہائی جامع اور مدلل ہیں، اس لئے انہیں من وعن پیش کیا جارہا ہے۔ قارئین اور بالخصوص ارباب علم ودانش اس تاریخی، قومی اور قانونی دستاویز کو اپنے ریکارڈ کا حصہ بنائیں اور وہ حضرات جو انسداد توہین رسالت کے قانون کے حوالے سے کسی بھی قسم کے فکری مغالطے میں مبتلا ہیں، وہ اس دستاویز میں قرآن وسنت اور دنیا کے مختلف ممالک میں موجود قوانین کی روشنی میں اپنے افکار ونظریات پر نظر ثانی فرمائیں۔ وزارت قانون وانصاف کی طرف سے بھیجی جانے والی سمری ملاحظہ فرمائیں:

(1)......وزیر اعظم پاکستان کو مختلف افراد، اداروں اور غیر ملکیوں کی طرف سے کچھ خطوط موصول ہوئے، جو وزیر اعظم سیکریٹریٹ کی جانب سے U.O-No.5(30)/FSA/2010 کے تحت 30 دسمبر 2010ء اور ریفرنس نمبر 2010Asiabibi/OGW/Misc/ کے تحت 15 جنوری 2011ء کو وزارت قانون کو بھیجے گئے۔

وزارت داخلہ کی طرف سے لکھے گئے ایک خط نمبر U.O.7/32/2010-ptns. بتاریخ 8 دسمبر کے ذریعے ایک علیحدہ ریفرنس بھی موصول ہوا۔ یہ سب ریفرنس ایک مجاز عدالت سے توہین رسالت کے جرم میں سزا یافتہ مسماۃ آسیہ نورین کے حوالے سے ہیں۔ اس کے علاوہ وزارت اقلیتی امور کی جانب سے توہین رسالت قانون میں ترمیم کے مطالبہ پر مبنی ریفرنس بھی موصول ہوا۔

(2)......وزارت خارجہ نے 23 نومبر 2010ء کو اسی موضوع پر ایک ریفرنس نمبر u.o.DG(America) 1/2010 اس وزارت کو بھیجا۔

(3)......15 دسمبر 2010ء کو قومی اسمبلی سیکریٹریٹ کی جانب سے بھی اس وزارت کو ایک ریفرنس نمبر F.23(45)/2010-Legis موصول ہوا۔ جس کے تحت رکن قومی اسمبلی مسماۃ شہر بانو رحمان (شیری رحمان) کی جانب سے جمع کرائے جانے والے پرائیویٹ ممبر بل بعنوان:

"the criminal law (review of punishment for blasphemy) (amendment) Bill 2010" پر رائے طلب کی گئی تھی۔ اس بل میں پاکستان میں توہین رسالت قوانین میں ترمیم کرتے ہوئے پاکستان پینل کوڈ 1860ء اور اسی طرح cod of criminal procedure 1898 ترمیم کے لئے کہا گیا تھا۔ قومی اسمبلی سیکریٹریٹ کا سوال یوں تھا: ''زیر دستخطی کو یہ بتانے کی ہدایت کی گئی ہے کہ محترمہ شیری رحمان ایم این اے نے ایک نجی بل بعنوان "the criminal law (review of punishment for blasphemy) (amendment) Bill 2010" جمع کرانے کا نوٹس دیا ہے، لہٰذا فیصلہ کیا گیا ہے کہ مزید کارروائی سے پہلے اس بل پر "federal shariat court 10 PLD" 19 میں درج وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کی روشنی میں وزارت قانون وانصاف اور پارلیمانی امور کی رائے/تبصرہ حاصل کیا جائے۔''

(4)......اس معاملے کی نوعیت اور اہمیت کے پیش نظر وزیر قانون وانصاف اور پارلیمانی امور نے خود اس معاملہ میں تحقیق کی اور قرآن وحدیث رسول، پاکستان پینل کوڈ 1860ء دفعہ 295-c اور اس سے متعلقہ قوانین کے ساتھ ساتھ دیگر ممالک میں توہین رسالت کے قوانین (Blasphemy Laws) کی روشنی میں جائزہ لیا۔

(5)......توہین رسالت قوانین پر حالیہ بحث مسماۃ شہر بانو رحمان (شیری رحمان) ایم این اے کی جانب سے پیش کئے گئے ایک پرائیویٹ ممبر بل کے بعد شروع ہوئی، لہٰذا قومی اسمبلی سیکریٹریٹ کے سوال کا جواب پہلے دیا جانا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں تسلیم شدہ پوزیشن کے مطابق وفاقی شرعی عدالت نے PLD.1991FSC page 10 پر رپورٹ شدہ اپنے فیصلہ میں اس قانون کو قرآن اور سنت رسول سے اخذ کردہ اور درست قرار دیا ہے۔ آئین کی دفعہ

203D کے تحت وفاقی شرعی عدالت ہی اس امر کی مجاز ہے کہ وہ کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرے۔ آئینی شق 203D کے مطالعے کے بعد شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ جس میں کہا گیا ہے کہ ''عدالت کے اختیارات اور فرائض (1) عدالت ازخود نوٹس پر یا پاکستان کے کسی شہری کی پٹیشن پر یا وفاقی یا کسی صوبائی حکومت کی پٹیشن پر یہ اختیار رکھتی ہے کہ وہ قرآن اور سنت رسول کے اصولوں کی روشنی میں کسی بھی قانون یا اس کی شق کے اسلام کے مطابق یا اسلام سے متصادم ہونے کا فیصلہ کر سکے۔''

(6)...... یہ امر شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ پاکستان کی پارلیمنٹ قوانین وضع کرنے، ان پر نظر ثانی کرنے، ان میں ترمیم کرنے، ان کی تنسیخ کرنے کے وسیع تر اختیارات رکھتی ہے۔ پارلیمانی طریقہ کار اور قانون سازی کی روایات کے مطابق پارلیمنٹ کی طرف سے وضع کردہ یہ قانون کئی دہائیوں سے نافذ العمل ہے۔ نجی بل جو میڈیا رپورٹس کے مطابق متعلقہ رکن نے زبانی طور پر واپس لے لیا ہے اور اس امر کی تردید بھی نہیں آئی۔ اس میں توہین رسالت قانون کے مجوزہ پیراگراف کا وفاقی شرعی عدالت آئینی شق 203D کی ذیلی شق 2 کے تحت پہلے ہی باریک بینی سے جائزہ لے چکی ہے اور اس کے فیصلے کی رو سے موجود قانون قرآن وسنت کے عین مطابق ہے اور قرار دیا گیا ہے کہ کسی بھی قسم کی متبادل سزا اسلامی تعلیمات سے متصادم ہوگی۔ آئین کی شق 203D کی ذیلی شق (b) کے تحت یہ فیصلہ فوری طور پر نافذ ہو چکا ہے، اس لئے محترمہ شہربانو رحمان (شیری رحمان) کا مجوزہ بل مسترد کر دینے کے قابل ہے۔

(7)......اس معاملے پر چند قرآنی آیات (کا ترجمہ) پیش کیا جاتا ہے:

''اور ان میں سے بعض پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بدگوئی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص نرا کان ہے (یعنی صرف سنتا ہے) ان سے کہو کہ وہ کان ہے تو تمہاری بھلائی کے لئے ہے۔ وہ یقین لاتا ہے اللہ پر اور یقین لاتا ہے مومنوں کی بات پر جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ان کے لئے رحمت ہے اور جو لوگ اللہ کے رسول کی بدگوئی کرتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے'' (التوبہ: 61)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ستاتے ہیں، اللہ نے ان پر لعنت بھیجی دنیا میں اور آخرت میں اور ان کے لئے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' (الاحزاب: 57)

''اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سے بلند نہ کرو اور اس سے تڑخ کر نہ بولو، جیسے ایک دوسرے کے ساتھ تڑخ کر بولتے ہو، (کہیں ایسا نہ ہو کہ) تمہارے (نیک) اعمال اکارت ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو'' (الحجرات: 2)

''رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایسے مت پکارو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو، اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو آنکھ بچا کر پھسل نکلتے ہیں۔ لہٰذا وہ لوگ جو اس کے حکم کی خلاف ورزی

کرتے ہیں، اس بات سے ڈرتے رہیں کہ (کہیں اچانک) ان پر کوئی فتنہ یا کوئی تکلیف دہ عذاب آپڑے۔" (النور:63)

"......تاکہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی عزت کی پاس داری کرو اور صبح شام اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔" (الفتح:9)

"اے ایمان والو! نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھروں میں مت داخل ہوا کرو مگر جب تمہیں کھانے کی دعوت دی جائے، (پہلے ہی پہنچ کر) اس کے پکنے کا انتظار مت کرتے رہو، بلکہ جب تم بلائے جاؤ تبھی داخل ہوا کرو، پھر جب کھا چکو تو وہاں سے ہٹ جاؤ اور آپس میں باتیں رچا کر مت بیٹھ جاؤ۔ تمہاری اس بات سے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تکلیف ہوتی ہے لیکن وہ تم سے حیا کرتے ہیں اور اللہ ٹھیک بات بتانے میں حیا نہیں کرتا اور جب (اس کی) بیبیوں سے کوئی چیز مانگنے جاؤ تو پردہ کے پیچھے سے مانگو، یہ (طریقہ) تمہارے اور ان کے دلوں کی مناسبت سے زیادہ پاکیزہ ہے اور تمہارے لئے اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ تمہاری وجہ سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوئی تنگی پہنچے اور نہ ہی تم اس کی ازواج مطہرات سے اس کے بعد کبھی بھی نکاح کرسکتے ہو، کیوں کہ یہ بات (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار پہنچنا) اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔" (الاحزاب:53)

"بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کرتے ہیں، وہ ذلیل ترین لوگوں میں ہیں۔" (المجادلہ:20)......

"بے شک جو تیرا دشمن ہے وہ دم کٹا ہے۔" (الکوثر:3)

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کی سعی کرتے ہیں، ان کی سزا ہے ہی یہی کہ وہ قتل کئے جائیں یا سولی چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹے جائیں یا وہ زمین سے دور کردیئے جائیں، یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔" (المائدہ:33)

"اور اگر وہ وعدہ کرلینے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں عیب لگائیں تو تم کفر کے سرداروں سے جنگ لڑو (کیونکہ) اب ان کی قسمیں بالکل (قابل اعتبار) نہیں ہیں، تاکہ وہ باز آجائیں۔" (التوبہ:12)

"8......اب توہین رسالت سے متعلق حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت/ احادیث سے کچھ مثالیں حسب ذیل ہیں:

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز مکہ

میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر خود تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اتارا تو آپ کی خدمت میں ایک صحابی نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے قتل کردو۔" (بخاری: 4035) امام مالک کی رائے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس روز حالت احرام میں نہیں تھے۔

"حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کعب بن اشرف کو کون سنبھالے گا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، انہوں نے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں (اسے اعتماد میں لینے کی خاطر اس سے کچھ) کچھ خلاف حقیقت باتیں کرسکوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اجازت ہے۔" (بخاری: 3023)

"حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی ابورافع کو قتل کرنے کے لئے انصار میں سے کچھ لوگوں کو بھیجا۔ عبداللہ بن عتیق کو ان لوگوں کا سربراہ مقرر کیا گیا تھا۔ ابورافع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل آزاری کیا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ رسول خدا کے دشمنوں کی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مدد کیا کرتا تھا۔ وہ سرزمین حجاز پر موجود اپنے قلعے میں رہتا تھا۔ جب وہ لوگ قلعہ کے قریب پہنچے، اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے مویشیوں کو واپس اپنے گھروں کی طرف لا رہے تھے۔ حضرت عبداللہ (بن عتیق) نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اپنی جگہ پر بیٹھ جائیں، میں جا کر قلعہ کے گیٹ پر موجود چوکیدار سے ایک چال چلنے کی کوشش کرتا ہوں، تاکہ میں قلعے میں داخل ہوسکوں، پس عبداللہ قلعہ کی طرف چل دیئے اور جب وہ قلعہ کے دروازے پر پہنچے تو انہوں نے خود کو کپڑے سے ڈھانپ لیا، انہوں نے ایسے ظاہر کیا جیسے وہ قدرت کے کسی بلاوے کا جواب دے رہے ہیں۔ لوگ اندر جاچکے تھے اور چوکیدار (جو عبداللہ کو قلعہ کا خادم سمجھ رہا تھا) نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "اے اللہ کے بندے! اگر تم اندر آنا چاہتے ہو تو آجاؤ، کیونکہ میں دروازہ بند کرنا چاہتا ہوں۔"

عبداللہ بن عتیق اپنی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں:...... "پس میں اندر چلا گیا اور خود کو چھپالیا، جب لوگ اندر آگئے تو چوکیدار نے دروازہ بند کردیا اور چابیاں لکڑی کے کھونٹے سے لٹکا دیں۔ میں نے اٹھ کر چابیاں اٹھالیں اور دروازہ کھول دیا، کچھ لوگ رات گئے تک ابورافع کے کمرے میں اس کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف رہے۔ جب یہ خوش گپیاں ختم ہوئیں اور اس کے ساتھی چلے گئے تو میں

اس کی طرف آیا۔ میں نے اس کا دروازہ کھولا اور پھر اسے اندر سے بند کرلیا۔ میں نے سوچا کہ لوگوں کو اگر میرا پتہ چل بھی جائے تو مجھے اس وقت تک پکڑا نہیں جانا چاہئے۔ جب تک اس کو قتل نہ کردوں۔ میں اس تک پہنچا تو وہ ایک اندھیرے کمرے میں اہل خانہ کے درمیان سو رہا تھا، میں اسے پہچان نہیں سکتا تھا، لہٰذا میں نے اسے پکارا ''اے ابورافع'' وہ فوراً بولا ''کون ہو تم؟'' میں آواز کی سمت بڑھا اور اس پر تلوار سے حملہ کردیا۔ بے یقینی کی صورتحال کے سبب میں اسے قتل نہ کرسکا، لہٰذا باہر آکر ایک لمحہ بعد ہی نے پکارا ''ابورافع! یہ آوازیں کیسی تھیں؟'' اس نے کہا: ''تمہاری ماں تمہیں روئے یہاں کوئی گھس آیا ہے، اس نے مجھ پر تلوار سے حملہ کیا ہے'' اس بار میں تیار تھا، آواز کی سمت زوردار حملہ کیا، مگر اسے مار نہیں سکا، میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ کر اتنے زور سے دبائی کہ اس کی پشت سے جا ٹکرائی، میں سمجھ گیا کہ یہ مارا جا چکا، میں نے ایک ایک کرکے دروازے کھولے اور سیڑھیوں تک جا پہنچا، میں سمجھا میں زمین پر پہنچ گیا ہوں، میں نے قدم باہر رکھا تو نیچے گر پڑا اور میری ٹانگ ٹوٹ گئی، میں نے اسے پگڑی سے باندھا اور اس وقت تک چلتا رہا، جب تک گیٹ پر نہیں پہنچ گیا، میں نے فیصلہ کیا کہ اس وقت تک باہر نہیں جاؤں گا، جب تک کہ مجھے اس کی موت کی خبر نہیں مل جاتی، صبح جب مرغ اذان دے رہے تھے تو وہاں کے اعلان کرنے والے نے دیوار پر چڑھ کر اعلان کیا کہ ''میں حجاز کے تاجر ابورافع کی موت کا اعلان کرتا ہوں'' یہ سن کر میں باہر اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہا کہ اب ہمیں خود کو محفوظ کرلینا چاہئے، لہٰذا ہم وہاں سے چل پڑے اور رسول اللہ کے پاس پہنچ گئے۔ ہم نے آپ کو پوری داستان سنائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ باہر نکالو، میں نے ٹانگ باہر نکالی، آپ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو وہ ایسے ہوگئی جیسے ٹوٹی ہی نہ ہو۔'' (بخاری:3813)

''عمیر ابن امیہ سے روایت ہے کہ ان کی ایک بہن مشرکہ تھی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستاتی رہتی تھی، جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے جاتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق توہین آمیز کلمات کہتی، ایک دن انہوں نے اسے مار ڈالا، اس کے بیٹوں نے کہا کہ وہ قاتل کو جانتے ہیں، عمیر نے سوچا کہ وہ کسی اور بے گناہ کو قتل نہ کردیں، لہٰذا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور سارا معاملہ بیان کردیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا ''تم نے اپنی بہن کو قتل کردیا؟'' انہوں نے کہا: ''جی ہاں'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ''کیوں؟'' انہوں نے کہا: ''وہ میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق کو نقصان پہنچا رہی تھی۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولہ کے بیٹوں کو بلایا اور قاتل کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے کسی اور کا نام لیا۔ تب آپ نے انہیں اصل صورتحال بتائی اور اس قتل کو رائیگاں قرار

دیا۔ یعنی یہ قتل جائز تھا اس کا بدلہ نہیں ہوگا۔ (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: جلد 5 صفحہ 260)

"حضرت اسحاق بن ابراہیم، عبداللہ بن محمد، سفیان بن عیینہ اور حضرت عمرو نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا، اس نے اللہ کے نبی کو ستایا ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: یا رسول اللہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں۔ آپ نے فرمایا "ہاں" اور پھر انہوں نے اسے مار ڈالا۔" (صحیح مسلم کتاب: الجہاد، 2158)

1860ء کے پاکستان پینل کوڈ کا سیکشن 295 سی اس بحث سے متعلق ہے۔ اس لئے سیکشن 295 سی کا مطالعہ ضروری ہے۔ 295 C رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گستاخانہ کلمات کہنا:

"اگر کوئی ایسے الفاظ لکھے یا بولے یا کسی بھی طرح ان کا اظہار کرے یا کسی بھی طرح بالواسطہ یا بلاواسطہ ایسا اشارہ کنایہ کرے جس سے رسول پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا پہلو سامنے آئے تو یہ جرم ہوگا۔ جس کی سزا موت یا عمر قید ہوگی۔ اس کے ساتھ ساتھ جرمانہ بھی کیا جا سکتا ہے۔"

قرآن پاک کی بہت سی آیات اور رسول پاک کی احادیث سے توہین رسالت کی سزا موت ثابت ہے، لہٰذا قرآن وسنت اور پاکستان کی مقننہ نے معاملہ کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے "دانستہ اور بدنیتی" کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور کوئی عدالت دیئے گئے نمونہ کے برعکس چارج شیٹ نہیں کر سکتی۔ اس سے عدالتی کارروائی کے غلط استعمال کو روکنے کی خاطر دو طرح کی ضمانت حاصل ہوتی ہے: اول اس بات کا یقین حاصل کرنا کہ ملزم نے دانستہ طور پر یہ جانتے ہوئے کہ جو وہ کر رہا ہے، یہ جرم ہے کیا۔ دوسرے توہین کے جرم کی اصل حقیقت کی چھان بین criminal administration of justice دونوں اصول عالمی طور پر نہ صرف تسلیم شدہ ہیں بلکہ یہ طریقہ کار بین الاقوامی معیار کے عین مطابق ہے۔

گستاخی رسول تمام الہامی مذاہب میں قابل سزا جرم ہے۔ یہ پروپیگنڈا کہ توہین رسالت کا قانون صرف پاکستان میں ہے اور اس کا مقصد ایک خاص طبقہ کو نشانہ بنانا ہے، مکمل طور پر بے بنیاد اور غلط ہے۔ اسلامی ملک افغانستان میں توہین رسالت قابل سزا جرم ہے اور اس کی سزا شرعی قوانین کے تحت دی جاتی ہے۔ جرمانوں سے لے کر پھانسی کے ذریعہ سزائے موت تک دی جا سکتی ہے۔ آسٹریلیا کی مختلف ریاستوں، علاقوں، دولت مشترکہ آف آسٹریلیا میں گستاخی کی سزا دینے کا معاملہ یکساں نہیں ہے، کچھ حصوں میں گستاخی کرنا جرم ہے، جبکہ دیگر میں ایسا نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں آخری بار 1919ء میں مقدمہ چلایا گیا۔ آسٹریا میں پینل کوڈ کی دو شقیں توہین رسالت سے متعلق ہیں۔ بنگلہ دیش کے پینل کوڈ اور دیگر مختلف قوانین کے ذریعے توہین رسالت کرنے اور مذہبی جذبات مجروح کرنے کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ برازیل میں پینل کوڈ کی شق 208 کے تحت مذہبی شخصیات، اعمال اور عبادات کی کھلے عام توہین کرنا قابل سزا جرم ہے۔ اس کی سزا

ایک ماہ سے لے کر ایک سال تک قید یا جرمانہ ہوسکتی ہے۔ کریمنل کوڈ آف کینیڈا کے مطابق بھی گستاخی یا توہین ایک جرم ہے، مگر charter of rights and freedoms کو اس پر فوقیت حاصل ہے۔ آخری بار اس سلسلہ میں 1935ء میں کارروائی کی گئی۔ ڈنمارک میں پینل کوڈ کا پیراگراف 1938ء سے استعمال نہیں کیا گیا۔ جب ایک نازی گروپ کو یہود مخالف پروپیگنڈا پر سزا دی گئی تھی۔ 2004ء میں گستاخی سے متعلقہ کلاز کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی لیکن کثرت رائے سے اسے مسترد کر دیا گیا۔ مصر کی اکثریت سنی ہے، یہاں پر بھی توہین رسالت اور مذہبی اقدار کی توہین کے متعلق قانون موجود ہے۔ بھارت کے اکثریتی مذہب ہندومت میں توہین رسالت کی سزا کا کوئی تصور نہیں، مگر ہندوستان کے مسلم حکمرانوں نے یہ قوانین متعارف کروائے۔ 1860ء میں برطانوی استعمار نے یہ قوانین ختم کر دیئے تاکہ مسیحی مشنریوں کو کھل کر کھیلنے کا موقع مل سکے۔ ان دنوں بھارتی پینل کوڈ کے سیکشن 295A کے تحت نفرت آمیز تقاریر، کسی مذہبی کی یا کسی شخص کے مذہب اعتقاد کی توہین کی کوشش پر سزا دی جاتی ہے۔ انڈونیشیا میں کریمنل کوڈ کے آرٹیکل 156a کے تحت دانستہ طور پر سرعام کسی مذہب کے خلاف جارحانہ، نفرت آمیز اور توہین پر مبنی جذبات کے اظہار یا مذہب کی توہین قابل سزا جرم ہے اور اس کی سزا زیادہ سے زیادہ 5 سال قید ہے۔ اسرائیل میں پینل کوڈ کی شق 170 اور 173 توہین رسالت سے متعلق ہیں۔ یورپی یونین کی کونسل آف یورپ کی پارلیمانی اسمبلی نے 29 جون 2007ء کو Strasboug میں توہین رسالت، مذاہب کی توہین، مذہب کی بناء پر کسی فرد یا گروہ کے خلاف نفرت انگیز گفتگو کے خلاف recommendation1805(2007) پاس کی ہیں۔

اردن میں اسلام کی توہین، اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کی توہین اور توہین رسالت جرم ہے جس کی سزا سال تک قید اور جرمانہ ہے۔ کویت میں اسلام اور اسلامی شخصیات کی شان میں گستاخی کی روک تھام کے لئے آئین سازی کی گئی ہے۔ ملائیشیا میں بھی مذہبی تعلیمات اور شخصیات کی گستاخی ایک جرم ہے۔ اس کی روک تھام تعلیم کے ذریعے اور نشر واشاعت کی پابندیوں کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ ملک کے کئی حصوں میں اس جرم کی سزا شرعی عدالتوں کے ذریعہ دی جاتی ہے جبکہ کچھ حصوں میں ملائیشیا کے پینل کوڈ کے مطابق بھی سزائیں دی جاتی ہیں۔ ہالینڈ میں انبیائے کرام کی توہین کا قانون موجود ہے۔ ہالینڈ کے آئین کے آرٹیکل 147 کے تحت توہین کے مرتکب افراد کو تین ماہ قید یا 3800 یورو جرمانہ کی سزا دی جاسکتی ہے۔ نائیجیریا کے کریمنل کوڈ کے آرٹیکل 204 کے تحت توہین انبیاء کے مرتکب افراد کو سزا دی جاتی ہے۔ جبکہ بعض ریاستوں میں شریعت کے مطابق مقدمات چلائے جاتے ہیں۔ قانون کے موثر استعمال کا اختیار بھی متعلقہ عدالت کی ذمہ داری ہے۔ سعودی عرب میں اسلامی قانون نافذ ہے۔ یہاں توہین رسالت کے مرتکب افراد کو موت کی سزا تک دی جاتی ہے۔ سزا کا فیصلہ ملکی مفتیان کی کونسل کرتی ہے۔ متحدہ عرب امارات میں توہین کی حوصلہ شکنی کے لئے نشر واشاعت کی مانیٹرنگ کی جاتی ہے۔ مسلمانوں کے شرعی سزا اور غیر مسلموں کے لئے عدلیہ کے اختیارات استعمال

کیے جاتے ہیں۔ برطانیہ میں توہین رسالت خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کے خلاف قانون موجود ہے۔ یہ قانون آخری بار 2007ء میں اس وقت حرکت میں آیا جب ایک بنیاد پرست عیسائی گروپ کرسچن وائس نے نجی طور پر BBC کے خلاف مقدمہ درج کروایا۔ یہ مقدمہ بی بی سی پر ایک پروگرام نشر کرنے پر چلایا گیا، جس میں عیسائی عقیدے کے خلاف مواد شامل تھا۔ یمن میں بھی توہین رسالت کا قانون موجود ہے۔ اس قانون کے تحت توہین رسالت کے مرتکب افراد کو یمن میں نہ تو ہلاک کیا جا سکتا ہے، نہ ہی ان کو ملک بدر کیا جاتا ہے۔ جس شخص پر توہین رسالت کا الزام ہو اس کا فیصلہ شریعت کے تحت کیا جاتا ہے اور جرم ثابت ہونے پر مجرم کو موت کی سزا دی جا سکتی ہے۔ یہ قانون یہاں اقلیتوں اور حکومت مخالفین کے استعمال کرنے کا بھی الزام ہے۔ امریکہ میں پہلے تو توہین رسالت کی سزا موت تھی مگر اب یہ ناپید ہو چکی ہے۔ اسی طرح مذہبی توہین سائپرس، کروشیا، ڈنمارک، اسپین، فن لینڈ، جرمنی، گریس، آئس لینڈ، اٹلی لتھ، ناروے، ہالینڈ، پولینڈ، پرتگال، روس، سلواکیہ، سوئٹزرلینڈ، ترکی اور یوکرائن میں جرم ہے۔

پاکستان آئینی طور پر اسلامی ریاست ہے، جس کا تعین آئین پاکستان کے دیباچہ میں کر دیا گیا ہے اور 12 ! 1973ء کے آئین کے تحت ملک کا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" ہے۔ آئین میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ صرف پاَ ہی نہیں، بلکہ پوری کائنات پر حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ کی ہے۔ اس کے عطا کردہ اختیارات کو پاکستانی عوام اسلام کی کے اندر رہتے ہوئے استعمال کر سکتے ہیں اور پاکستانی عوام کا فیصلہ ہے کہ ان کی ریاست اپنی طاقت اور اختیارات جمہوری اصولوں کے مطابق عوام کی منتخب کردہ پارلیمنٹ کے ذریعہ استعمال کرے گی۔ آزادی، مساوات، برداشت اور سماجی انصاف جیسے اصول جن پر اسلام زور دیتا ہے ان کا لازمی خیال رکھا جائے گا۔

پاکستان کا آئین یہ بھی تقاضا کرتا ہے کہ ایسا معاشرہ تشکیل دیا جائے، جس میں مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو قرآن اور سنت کے مطابق اسلامی سانچے میں ڈھال سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آئین اقلیتوں، پسماندہ اور پسے ہوئے طبقات کے جائزہ مفادات کے مکمل تحفظ کی ضمانت بھی فراہم کرتا ہے۔ معاشرہ یہ مقاصد اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتا جب تک متعلقہ قانون سازی نہ کی جائے اور ادارے قائم نہ کیے جائیں۔ پاکستان کا ریاستی مذہب اسلام ہے اور قرآن وسنت قانون سازی کے بنیادی اور بڑے مآخذ۔

اب بات کرتے ہیں سیکشن 295c کی validity کی۔ یہ قانون ایکٹ نمبر III کے ذریعہ 1986ء میں پاکستان پینل کوڈ 1860ء کا حصہ بنایا گیا۔ یہاں ضروری ہے کہ اس قانون کو دوبارہ دیکھا جائے جو پہلے ہی ایک فیصلہ کے تحت حتمی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

جس کے تحت اگر کوئی ایسے الفاظ لکھے یا بولے یا کسی بھی طرح ان کا اظہار کرے یا کسی بھی طرح بالواسطہ یا بلاواسطہ ایسا اشارہ کنایہ کرے، جس سے رسول پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا پہلو سامنے آئے تو یہ جرم

ہوگا، جس کی سزا موت یا عمر قید ہوگی۔ اس کے ساتھ ساتھ جرمانہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

توہین رسالت کا یہ قانون پہلے ہی پارلیمنٹ کے اندر اور اس کے باہر پارلیمانی فورمز پر زیر بحث لایا جاچکا ہے۔ یہاں تک کہ ایک آئینی عدالت وفاقی شرعی عدالت اس قانون کے تمام پہلوؤں کا قرآن وسنت کی روشنی میں بغور جائزہ لے چکی ہے۔ ''محمد اسماعیل قریشی بنام پاکستان بذریعہ سیکریٹری قانون وپارلیمانی افیئرز پاکستان'' PLD1991 Fsc page10 کے عنوان سے ایک کیس میں وفاقی شرعی عدالت نے اس قانون کا قرآن وسنت کی روشنی میں تفصیل سے جائزہ لیا اور قرار دیا کہ توہین رسالت کیس میں سزائے موت کے متبادل عمر قید کی سزا اسلامی قوانین کے خلاف ہے۔ اس فیصلہ کے کچھ حصے پیش خدمت ہیں۔

سب وشتم اور اذیٰ کے الفاظ قرآن وسنت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ ''سب'' کے معنی نقصان پہنچانے، توہین کرنے، ہتک عزت اور جذبات کو مجروح کرنے کے ہیں۔ (Arabic English (lexicon, E.W.Lane, book-1.part1-page 44)۔ جب کہ ''شتم'' کے معنی گالی گلوچ کرنا اور وقار مجروح کرنا ہے۔ (PLD 1991 Fsc page26)

تمام ماہرین قانون اس بات پر متفق ہیں کہ یہ الفاظ تمام انبیائے کرام کے متعلق ہیں اور اگر کوئی شخص کسی بھی نبی کی، کسی بھی انداز میں توہین کرتا ہے تو اس کی سزا موت ہوگی۔ اس تمام بحث سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ توہین رسالت کی جو سزا پاکستان پینل کوڈ 1860ء میں درج ہے وہ سزا موت اور عمر قید ہے جو قرآن سنت سے مطابقت نہیں رکھتی، کیونکہ قرآن وسنت میں توہین رسالت کی سزا صرف موت ہے، عمر قید نہیں، اس لئے عمر قید کا لفظ ختم کردینا چاہئے۔ (PLD1991 Fsc page 10)

پاکستان میں موثر عدالتی نظام موجود ہے، جس کے تحت ایسے تمام مقدمات جن میں سزا موت ہے اور وہ سیشن کورٹ میں Triable ہیں۔ ان میں Chapter XXIIA rocedure code 1898 of Criminal p اور قانونی شہادت آرڈر 1984ء منصفانہ سماعت کی ضمانت ہے۔ اس قانونی ضمانت سے ہٹ کر بھی اٹھارویں ترمیم کے ذریعے آئین کے Part II میں ہر ملزم کے لئے fair trial بنیادی حقوق قرار دے دیا گیا ہے۔ آئین کے مطابق اس امر کو یقینی بنایا جائے گا کہ کسی بھی شہری پر لگنے والے مجرمانہ الزام پر اسے Due process کے ساتھ fair trial کا حق ملے۔ اس نظام عدل میں ہر ملزم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ قانونی معاونت حاصل کرے اور اپنا دفاع کرے۔ کوئی شخص یا ملزم خود قانونی دفاع یا اپنی پسند کے قانونی ماہر سے قانونی معاونت کے حق سے انکار بھی نہیں کرسکتا۔ آئین کی دفعہ 10 کی شق 1 کے مطابق کسی بھی ملزم کی سزائے موت پر اس وقت تک عمل درآمد نہیں ہوسکتا جب تک ہائی کورٹ کا ڈویژنل بنچ اس کی توثیق نہ کردے۔ Criminal procedure

code 1898 section 374 میں یہ امر وضاحت کے ساتھ موجود ہے: "374 جب سیشن کورٹ کسی شخص کو سزائے موت سنادے تو یہ مقدمہ ہائی کورٹ میں پیش کیا جائے گا اور اس وقت تک سزا پر عمل درآمد نہیں ہوسکتا جب تک ہائی کورٹ سزائے موت کی توثیق نہ کردے۔"

اگر کسی ملزم کو سیشن جج یا ایڈیشنل سیشن جج کی عدالت سے سزا موت ہوجائے تو وہ criminal procedure code 1898 کے سیکشن 410 کے تحت ہائی کورٹ میں اپیل کرسکتا ہے۔ کسی ملزم کی اس سطح پر بریت کی صورت میں صوبائی حکومت پبلک پراسیکیوٹر کو criminal procedure code 1898 کے سیکشن 417 کے تحت ہائی کورٹ میں اپیل کی ہدایت کرسکتی ہے۔ ہائی کورٹ کے سوا کسی بھی عدالت سے بریت کا حکم جاری ہونے پر اس سے متاثرہ فریق سیکشن 417 کی ذیلی شق 2a کے تحت ہائی کورٹ میں اپیل کرسکتا ہے۔

مقدمہ جو ہائی کورٹ میں سیکشن 374 کے تحت آیا ہو۔ criminal procedure code 1898 کے سیکشن 376 کے تحت ہائی کورٹ اس میں سزا کی توثیق کرسکتی ہے یا کوئی نئی سزا دے سکتی ہے۔ یا اسی الزام میں یا کسی دوسرے الزام میں دوبارہ سماعت کا حکم دے سکتی ہے۔

یہاں اس امر کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے کہ بعض لوگ پروپیگنڈے کے زیر اثر ایک غلط تصویر پیش کرتے ہیں کہ پاکستان کا procedural قانون انسانی حقوق کے عالمی معیار کے مطابق نہیں یا پھر انہیں عالمی سطح پر تسلیم نہیں کیا جاتا۔ یہ تاثر سراسر بے بنیاد اور غلط ہے۔ اس حوالے سے قریب ترین مثال بھارت کی پیش کی جاسکتی ہے۔ جہاں Code of criminal of 1974 کے Chapter XXVIII میں بھی سزائے موت کے حوالے سے یہی طریقہ کار دیا گیا ہے: "366، سیشن کورٹ اگر کسی شخص کو سزائے موت سنادے تو یہ مقدمہ ہائی کورٹ میں پیش کیا جائے گا اور اس وقت تک سزا پر عمل درآمد نہیں ہوسکتا، جب تک ہائی کورٹ سزائے موت کی توثیق نہ کردے۔" اس سے موازنہ کی خاطر اگر ہم پاکستان کے قانون کو دیکھیں تو criminal procedure code 1898 کی دفعہ 374 بھی یہی کچھ کہتی ہے: "374: سیشن کورٹ اگر کسی شخص کو سزائے موت سنادے تو یہ مقدمہ ہائی کورٹ میں پیش کیا جائے گا اور اس وقت تک سزا پر عمل درآمد نہیں ہوسکتا، جب تک ہائی کورٹ سزا موت کی توثیق نہ کردے۔"

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پاکستان کے criminal procedure code 1898 اور بھارت کے criminal procedure 1973 code of (Act 2 of 1974) میں لفظوں کا بھی فرق نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پاکستان کا قانون مقدمات کی سماعت کے عالمی معیار کے مطابق ہے۔ یہاں افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ code of criminal procedure آزادی کے بعد ہم نے نہیں بنایا بلکہ یہ پہلے سے انگریزوں کا بنایا ہوا ہے۔ کسی بھی ملزم یا مجرم کے لئے criminal procedure code 1898 کی شق

411A کے تحت ہائی کورٹ میں اپیل کی گنجائش موجود ہے۔اسی طرح کسی بھی ملزم یا مجرم یا کسی بھی متاثرہ فریق کو آئین پاکستان کے آرٹیکل 185 کی ذیلی شق 2 کے پیراگراف A کے تحت پاکستان کی اعلیٰ ترین عدالت میں اپیل کا حق بھی حاصل ہے۔اس شق کے تحت سپریم کورٹ میں ایسے تمام مقدمات میں اپیل کی جاسکتی ہے جن میں ہائی کورٹ فیصلہ دے چکی ہے۔

اوپر کی گئی بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پاکستان پینل کوڈ 1860 کی شق 295c کے تحت توہین رسالت پر موت کی سزا اسلام کے عین مطابق اور قرآن وسنت سے اخذ کردہ ہے۔اس میں کسی تبدیلی یا ترمیم کی کوئی ضرورت نہیں۔پیراگراف (1) میں بیان کردہ تمام ریفرنسز منفی اور قانون کی غلط تشریح پر مبنی ہیں۔آئین کے آرٹیکل 9 کے مطابق کسی شخص کی زندگی اور آزادی کو دوسروں پر ترجیح حاصل نہیں اور آئین کی شق (1)25 کے تحت تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور یکساں طور پر قانونی تحفظ کے حقدار ہیں،لہٰذا 295-cl کے تحت مقدمات سیشن کورٹ میں ہی قابل سماعت ہیں،اس کے لئے کسی خصوصی عدالت کی بھی ضرورت نہیں۔

ایک اور معاملہ جس پر مختصر بات ضروری ہے،وہ ہے پاکستان میں مذہب کی آزادی،پاکستان کا آئین ہر کسی کیلئے آزادانہ طور پر کوئی بھی مذہب اختیار کرنے اور مذہبی ادارے بنانے اور مذہبی ادارے بنانے کو اس کا بنیادی حق تسلیم کرتا ہے،جو ملکی قانون کے دائرے کے اندر ہو۔آئین پاکستان کے آرٹیکل 20 کے پیراگراف A کے مطابق ''اس امر کی ضمانت دی جاتی ہے کہ ہر شہری مذہب اختیار کرنے،اس پر عمل کرنے اور اس کی تشہیر کرنے میں آزاد ہوگا۔'' اور پیراگراف B کے مطابق'' ہر مذہب کے ہر فرقے کو اپنے مذہبی ادارے بنانے چلانے کا حق ہوگا۔'' اور یہ آزادی عالمی اصولوں اور قوانین کے عین مطابق ہے،مگر بہرحال یہ سب قانون،امن عامہ اور اخلاقیات کے مطابق ہوگا۔

وزارت داخلہ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ قانونی راستہ اختیار کرے۔executive کو کسی ایکشن کی ضرورت نہیں،مسمات آسیہ نورین کو criminal procedure code 1898 کی شق 410 کے تحت پہلے ہی قانونی طور پر REMEDY حاصل ہے۔وہ ہائی کورٹ میں اپیل کر کے عدالت کے فیصلہ اور اپنی سزا کو چیلنج کرسکتی ہیں۔

وزارت اقلیتی امور کی جانب سے وزیراعظم کو توہین رسالت قانون میں فوری طور پر تبدیلی کی درخواست بھی مبنی برحقیقت نہیں،لہٰذا اس پر کوئی ایکشن نہ لیا جائے۔

وزارت خارجہ کو Briefing material کی ضرورت ہے۔اس جائزے کی ایک کاپی الگ سے وزارت خارجہ کو ارسال کردی گئی ہے۔تجویز کیا جاتا ہے کہ وزیراعظم تمام ڈویژنوں اور متعلقہ حلقوں کو ہدایت جاری کریں کہ وہ آئینی اور قانونی معاملات میں وزارت قانون کی رائے لئے بغیر تبصرہ آرائی سے گریز کریں۔یہ 1973ء کے حکومت پاکستان کے رولز آف بزنس کے تحت لازمی ہے۔

دستخط......ڈاکٹر ظہیر الدین بابر......وزیر قانون، انصاف و پارلیمانی امور"

پھر ان تجاویز پر وزیر اعظم کی طرف سے درج ذیل آرڈر جاری کیا گیا، جو یقیناً پاکستانی تاریخ کا اہم ترین واقعہ ہے، جس نے فتنہ و فساد کا دروازہ بند کر کے ملک و قوم کو ایک بڑے بحران سے نجات دلائی ہے۔ وزیر اعظم کا حکم نامہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

عنوان: پاکستان میں توہین رسالت قانون کے سلسلے میں اٹھنے والے سوالات کا تفصیلی جائزہ:

وزیر اعظم پاکستان نے وزیر قانون و انصاف و پارلیمانی امور کی تجاویز کی بخوشی منظوری دے دی ہے، تمام متعلقہ وزارتوں کو ضروری اقدامات کی ہدایت کی جاتی ہے۔ منظور شدہ تجاویز کی کاپی الگ سے ارسال ہے۔

دستخط......خوشنود اختر لاشاری......پرنسپل سیکریٹری برائے وزیر اعظم پاکستان......08-02-2011......ڈائری نمبر:"611/pspm/m/2011"

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ عوامی اور حکومتی سطح پر انصاف اور حق تک پہنچنے کے لئے جو کوششیں کی گئیں، اللہ رب العزت انہیں شرف قبولیت بخشیں اور ان مساعی کو اس ملک کے مستقبل اور استحکام و دوام کا وسیلہ بنائیں۔ آمین۔

☆......☆......☆

کرکٹ اس حوالے سے اچھا کھیل ہے کہ وہ پاکستانی قوم کو اکٹھا کرنے کا موجب بنتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اسے زندگی اور موت کا مسئلہ کیوں بنا دیا جاتا ہے؟ کیا امریکہ کرکٹ کا ورلڈ چیمپئن ہے؟ اس کی فرعونیت کو چیلنج کرنے والا مسلمان ملک ملائیشیا کیا کرکٹ میں نمبرون ہے؟ مستقبل میں اس سے ٹکرانے کی تیاری کرنے والا چین کیا کرکٹ کے سہارے طاقتور بنتا جا رہا ہے؟ ہم اگر کرکٹ کا ورلڈ کپ جیت جاتے تو اقتصادی، سیاسی اور سفارتی میدانوں میں ہمارے اوپر ہندوستان کی سبقت کیا کم ہو جاتی؟ تب کیا کشمیر آزاد ہو جاتا اور دنیا کی بڑی طاقتیں جو اس وقت ہندوستان کی ہمنوا ہیں، کیا ہماری ہمنوا بن جاتیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر کرکٹ کے ایک میچ کو قوم کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ بنانے کا رویہ کیوں کر درست ہو سکتا ہے۔

کرکٹ اچھا کھیل ہے۔ اس میدان میں بھی پاکستان کو نمبرون بن جانا چاہئے لیکن اس کو شاہد آفریدی اور دیگر کرکٹرز کے ہی سپرد کر دینا چاہئے۔ باقی جس کا جو کام ہے، وہ اسی پر توجہ مرکوز کرلے۔ ہندوستان کے ساتھ ہمسری اور سبقت کی کوشش درست، لیکن صرف کرکٹ کے میدان میں کیوں؟ جمہوریت، تعلیم، سائنس، ٹیکنالوجی اور اقتصادی میدانوں میں اس کی ہمسری کی کوشش کیوں نہیں۔ ہندوستان کی جی ڈی پی گروتھ ریٹ 8 اعشاریہ 3 اور ہمارا ۲ اعشاریہ 7 ہے۔ اس کی فی کس سالانہ آمدنی 43 سو اور ہماری 42 سو ڈالر ہے۔ وہاں بیروزگاری کی شرح دس اعشاریہ 8 اور ہمارے ہاں پندرہ فی صد سے زائد ہے۔ وہاں افراط زر کی شرح گیارہ اور ہمارے ہاں 13 اعشاریہ 4 فی صد ہے۔ صرف سائنس اور انجینئرنگ کے میدانوں میں ہندوستان کے اندر جتنے پی ایچ ڈیز ہیں، وہ ہمارے ملک کے تمام پی ایچ ڈیز کی تعداد سے زیادہ ہے۔ ہندوستان کے کھیل کے میدان آباد اور ہمارے ویران ہو گئے ہیں۔ وہاں دنیا بھر سے سیاح اور سرمایہ کار جمع ہو رہے ہیں اور ہمارے ملک سے اپنے شہری بھی بھاگ رہے ہیں۔ ہندوستانی حکومت پاکستان سمیت دنیا بھر کی کرکٹ ٹیموں کو سیکورٹی دینے میں کامیاب ہوئی اور ہم تنہا سری لنکا کی ٹیم کو بھی سیکورٹی فراہم نہیں کر سکتے۔ سوال یہ ہے کہ کرکٹ کے علاوہ ان میدانوں میں ہم ہندوستان کی ہمسری کی کوشش کیوں نہیں کرتے اور اگر ہمارے ڈاکٹر، سائنسدان، اساتذہ، سیاستدان، صحافی حتیٰ کہ جج بھی اسی طرح کرکٹ کے غبار میں مبتلا رہیں گے، اسی طرح پورا دن ہم کرکٹ میچ دیکھتے اور چھٹیاں مناتے گزاریں گے تو ان میدانوں میں کیوں کر ہندوستان کے مقابلے کے قابل ہو سکیں گے؟ (جرگہ...... جنگ کراچی)............................☆